

ربیع الاول ۱۴۰۱ھ میں پاکستان ٹیلی ویژن پر پیش کیا جانے والا سلسلہ تقاریر

رسول کامل ﷺ

مقرر: ڈاکٹر اسرار احمد

(۱۲)

نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں

اور
نہی مشن کی تکمیل اور ہمارا فرض

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

”پس جو لوگ ایمان لائے اُن (نبی کریم ﷺ) پر اور جنہوں نے اُن کی توقیر و تعظیم کی اور جذبہ احترام کے ساتھ ان کی مدد و حمایت کی (ان کے کام اور ان کے مشن میں ان کے دست و بازو بنے اور ان کے فرض منصبی کی تکمیل میں اپنی قوتوں، صلاحیتوں اور توانائیوں کو کھپایا) اور جنہوں نے اس نور کا اتباع کیا جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے (یعنی قرآن مجید) تو یہی لوگ ہیں جو اللہ کے ہاں فلاح پانے والے (کامیاب و کامران اور شاد کام ہونے والے) قرار پائیں گے۔“

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ ((الَّذِينَ التَّصَيُّحَةُ)) قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ: ((لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِإِنَّمَا الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ)) (مسلم)

اُمّتِ مسلمہ اس وقت جس صورت حال سے دوچار ہے، اس کی تفصیل میں جانے کی چنداں احتیاج نہیں ہے۔ ہر صاحب نظر آگاہ ہے کہ عزت و وقار اور سربلندی گویا کہ ہم سے چھین لی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، واقعہ یہ ہے کہ جو مفضوب علیہم

قوموں کا نقشہ قرآن مجید میں کھینچا گیا ہے، مختلف اعتبارات سے وہی نقشہ آج ہمیں اپنے اوپر منطبق ہونا نظر آرہا ہے۔ افتراق ہے، باہمی خانہ جنگیاں ہیں، اختلافات ہیں۔ وحدت امت جو مطلوب ہے تو اس کا شیرازہ پارہ پارہ ہو چکا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت حال کا حل کیا ہے؟ اس کے لئے ہم کس طرف رجوع کریں؟ اس کا جواب اگر ایک جملے میں جانا چاہیں تو وہ یہ ہے کہ خلوص اور اخلاص کا رشتہ اور وفاداری کا تعلق از سر نو اللہ سے، اس کی کتاب سے، اس کے رسول ﷺ سے استوار کیا جائے اور صحیح بنیادوں پر قائم کیا جائے۔

ابھی جو حدیث میں نے آپ کو سنائی اس کی رو سے نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا :
 ”خلوص و اخلاص اور وفاداری کا نام ہے۔“ - پوچھا گیا کہ
 حضور! کس کی وفاداری، کس سے خلوص و اخلاص؟ حضور نے ارشاد فرمایا:
 ”اللہ سے، اس کی کتاب سے، اس کے رسول سے، مسلمانوں کے رہنماؤں اور
 قاصدین سے اور عامۃ المسلمین سے۔“

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوص و اخلاص کا جہاں تک تعلق ہے تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے، وہ ایک لفظ میں ادا کیا جاسکتا ہے: التزام توحید اور شرک سے اجتناب۔ شرک کی ہر نوعیت سے، ہر شائبہ سے اپنے آپ کو پاک کر لیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری ہے۔ اگرچہ کام آسان نہیں، بقول علامہ اقبال مرحوم -

برایہی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
 ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہیں تصویریں

جہاں تک قرآن مجید اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خلوص و اخلاص کا معاملہ ہے تو یہ درحقیقت دو چیزیں نہیں، ایک ہی ہیں۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ قرآن مجسم ہیں، قرآن حکیم مصحف ہے، قرآن قتلو ہے اور آنحضور ﷺ قرآن مجسم ہیں۔ جیسے کہ فرمایا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب ان سے فرمائش کی گئی کہ ہمیں حضور ﷺ کی سیرت بتائیے۔ آپ نے سوال کیا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ اور جب جواب اثبات میں آیا تو آپ نے فرمایا: کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ ”حضور ﷺ کی سیرت قرآن ہی تو ہے۔“

اب ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خلوص اور اخلاص کے تقاضے

کیا ہیں۔ آنحضور ﷺ کے ساتھ ہماری وہ نسبت کیسے قائم ہو سکتی ہے جس کے بارے میں علامہ اقبال نے سادہ ترین الفاظ میں تو یوں کہا ہے کہ ۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں!

اور بڑے پر شکوہ انداز میں کہا ۔

بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ دوست

اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں چار ہیں۔

آیت زیر مطالعہ کا پس منظر بڑا عجیب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے اور اپنی قوم

کے لئے بارگاہ خداوندی میں رحمت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا : میری

ایک رحمت تو عام ہے جو تمام مخلوقات کے لئے کھلی ہوئی ہے، اور جو میری رحمت خصوصی

ہے تو اسے میں نے مخصوص کر دیا ہے ان لوگوں کے لئے جو میرے نبی اُمی سے اپنا صحیح

تعلق قائم کریں گے۔ وہ تعلق کیا ہے؟ اس کو سورۃ الاعراف کی آیت ۱۵۷ کے آخری

حصے میں ان الفاظِ مبارکہ میں بیان کر دیا جس کی میں نے آغازِ کلام میں تلاوت کی تھی کہ :

﴿ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ﴾

”جو لوگ ان پر ایمان لائیں گے، ان کی تعظیم کریں گے، ان کی نصرت و حمایت

کریں گے اور جو نور ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کریں گے وہ ہوں

گے اصل معنی میں کامیاب (اور میری رحمت خصوصی انہی لوگوں کے حصے میں

آئے گی)۔“

اس آیتِ مبارکہ کی روشنی میں غور کیا جائے تو حضور ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلق کی

چار بنیادیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔

سب سے پہلی بنیاد ہے تصدیق و ایمان۔ یہ تصدیق کرنا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول

ہیں۔ آپ نے جو کچھ فرمایا اپنی طرف سے نہیں فرمایا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو وحی فرمایا اسی کو

نوع انسانی کے سامنے پیش فرمایا :

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۖ﴾ (النجم: ۴۳)

”اور ہمارا نبی اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر کی جاتی ہے۔“

اب اس ضمن میں یہ جاننا چاہئے کہ اس ایمان اور تصدیق کے دودر جے ہیں، ایک اقرار باللسان یعنی زبانی اقرار کا درجہ ہے۔ اس سے انسان اسلام کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ قانونی ضرورت پوری ہو جاتی ہے جو امت محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں شامل ہونے کے لئے لازمی اور ضروری ہے، لیکن اصلی ایمان ”تصدیق بالقلب“ کا نام ہے۔ جب آنحضور ﷺ کی رسالت پر، آپ کی نبوت پر دل میں یقین کی کیفیت پیدا ہو جائے تو یہ ہے ایمان مطلوب۔ اس کے بغیر جو دوسرے حقوق ہیں نبی اکرم ﷺ کے وہ ہم نہیں کر سکتے، ان کے ایمانی کلامی تعلق رہے گا جیسے کہ اللہ معاف فرمائے ہماری عظیم اکثریت کافی الواقع ہے۔

دوسرا تعلق ہے تعظیم و محبت۔ یہ لازمی تقاضا ہے یقین قلبی کا۔ اگر یہ یقین ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کی ایک عظمت کا نقش قلب پر قائم ہو گا اور آپ کی محبت دل میں جاگزیں ہوگی۔ جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))

”تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے محبوب تر نہ ہو جاؤں اس کے اپنے باپ سے، اس کے اپنے بیٹے سے اور تمام انسانوں سے۔“

یعنی اگر ایک مؤمن کے دل میں آنحضور ﷺ کی محبت اپنے تمام اعزہ و اقارب اور تمام انسانوں سے بڑھ کر جاگزیں ہوئی ہے تو وہ حقیقتاً مؤمن ہے۔ اس حدیث میں باپ اور بیٹے کے ذکر نے تمام عزیزوں، رشتہ داروں، قبیلوں اور قوموں کا احاطہ کر لیا ہے۔ ان الفاظ میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ ایسا نہیں کہ بات واضح نہ ہو، بلکہ صاف صاف اور دو ٹوک انداز سے ارشاد ہوا کہ حقیقی ایمان کا لازمی تقاضا ہے کہ حضور ﷺ ایک بندہ مؤمن کو دنیا کی تمام چیزوں سے محبوب تر ہو جائیں۔

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایس جا

اب اس کا مستند آسان از محشر نازک تر

تعظیم ظاہری بھی مطلوب ہے اور قلبی بھی۔ اسی طرح محبت کا زبانی بھی اظہار ہو اور دل میں بھی جاگزیں ہو اور اس کا سب سے بڑا مظہر ہے حضور ﷺ پر درود بھیجنا۔ جس کے بارے میں یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی دعا کُل کی کُل حضور ﷺ پر درود بھیجنے پر مشتمل کر دے تو اس کا مقام اور مرتبہ کہیں زیادہ ہو گا اس سے کہ وہ اللہ سے خود اپنے لئے کوئی سوالات کرتا رہے۔

ان پہلی دو بنیادوں کا لازمی نتیجہ آنحضور ﷺ کی اطاعت اور آپ کا اتباع ہے۔ ظاہرات ہے جب آپ کو اللہ کا رسول مانا تو اب آپ کے حکم سے سرتابی چہ معنی دارد؟ آپ کا ہر حکم سر آکھوں پر ہو گا۔ اس میں تو البتہ انسان تحقیق کا حق رکھتا ہے کہ واقعتاً محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے یا نہیں، لیکن جب طے ہو جائے کہ یہ آپ کا فرمان ہے، یہ آپ کا حکم ہے تو اب چون و چرا کا کوئی سوال نہیں۔ اب تو اطاعت کرنی ہو گی۔ اور اطاعت بھی ایسی، وہ اطاعت جس کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَزًّا مِّمَّا قُضِيَتْ وَیُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ ﴾

(النساء: ۶۵)

”پس نہیں، آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ ہر گز مؤمن نہیں ہیں جب تک اپنے نزاعات میں آپ ہی کو حکم نہ مانیں اور جو کچھ آپ فیصلہ فرمائیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ آپ کے فیصلے کے آگے دل کی پوری آمادگی اور خوشی کے ساتھ سر تسلیم خم کر دیں۔“

حکایات آنحضور ﷺ نے فرمائی:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جُنْتُ بِهِ))

”تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش نفس اس ہدایت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔“

جب اطاعت کے ساتھ محبت کی شیرینی شامل ہو جائے تو اس طرزِ عمل کا نام ہے ”اتباع“۔ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ظاہر ہے کہ اطاعت تو ان احکام کی ہو گی جو حضور ﷺ نے دیئے ہوں۔ لیکن اتباع ان تمام اعمال و افعال کا ہو گا جن کا صدور و ظہور ہو انہی

اکرم ﷺ سے — چاہے اس کو کرنے کا حکم حضور ﷺ نے بالفعل نہ دیا ہو۔ اس اتباع کا قرآن مجید میں جو مقام ہے وہ بھی سن لیجئے۔ سورہ آل عمران آیت ۳۱ میں فرمایا :

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ ﴾

”اے نبی! ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں کو ڈھانپ لے گا۔“

اس آیت کریمہ سے اتباع رسول کی یہ اہمیت سامنے آتی ہے کہ اللہ سے محبت کا دعویٰ ہے تو جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع لازم و لابدی ہے۔ اس اتباع کا ایک نتیجہ تو یہ نکلے گا کہ اللہ ہم سے محبت فرمائے گا اور دوسرا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہم اس کی مغفرت و عفو کے مستحق قرار پائیں گے۔ اس کے زیادہ ایک بندہ مؤمن کی خوش بختی کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ کا محبوب اور اس کی مغفرت کا سزاوار بن جائے۔

آنحضور ﷺ کے ساتھ ہمارا تیسرا تعلق جسے یوں کہئے کہ یہ عروج ہے حضور ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلق کا، وہ ہے آپ کی تائید و نصرت۔ حضور ﷺ ایک مشن لے کر تشریف لائے تھے۔ حضور ﷺ کا مقصد بعثت عالمی سطح پر ہنوز شرمندہ تکمیل ہے۔

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دورانِ خلافت راشدہ اس عمل کو جہاں تک پہنچایا تھا ہم اپنی بے عملیوں کے طفیل وہ اثرات بھی ختم کر چکے ہیں۔ اب تو از سر نو پیغامِ محمدیؐ کی نشرو اشاعت کرنی ہے۔ پیغامِ محمدیؐ کو پہنچانا ہے تمام اقوام و ملل عالم تک اور از سر نو اللہ کے دین کو فی الواقع قائم، نافذ اور غالب کرنا ہے پورے کرۂ ارضی پر۔ اور اس کے لئے پہلے جہاں بھی اللہ توفیق دے، جس خطہ ارضی کی قسمت جاگے کہ وہ اس عہدِ حاضر میں انقلابِ محمدیؐ کا سب سے پہلا Basel قرار پائے تو اس ملک کی خوش بختی اور خوش نصیبی پر تو واقعتاً رشک کیا جانا چاہئے۔

یہ ہے وہ فریضہ منہی جو امت کے حوالے کیا گیا ہے۔ آنحضور ﷺ کا مشن زندہ و

تائبہ ہے۔ حضور ﷺ گویا کہ اب بھی پکار رہے ہیں:

﴿مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ﴾

”کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں؟“

یعنی کون ہے جو میرے پیغام کی نشر و اشاعت کا کام کرے، میرے دین کا علمبردار بن کر کھڑا ہو اور پورے کرۂ ارضی پر اس کا جھنڈا سر بلند کرنے کے لئے تن من دھن لگانے کے لئے آمادہ ہو جائے۔

اسی کے ضمن میں آخری بات آتی ہے اس آیہ مبارکہ میں کہ اس عمل کا ذریعہ کیا ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا تو آلہ انقلاب تھا قرآن حکیم۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا

اور اک نذر کیا ساتھ لایا

﴿هَذَا الَّذِي بَعَثْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (الْحُمَةُ: ۲)

”وہی اللہ ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو

انہیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور

حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“

پس معلوم ہوا کہ آپ کی دعوت کا مرکز و محور قرآن حکیم تھا۔ آپ نے لوگوں کی ذہنی

برلیں تو اسی قرآن حکیم سے، لوگوں کی سوچ میں انقلاب برپا کیا تو قرآن حکیم سے، ذہن کی

تعمیر فرمائی تو اسی قرآن کی آیات بیانات سے، تزکیہ نفس فرمایا تو اسی قرآن کی آیات بیانات

اس کا ذریعہ بنیں۔ خارج و باطن سب منور ہوئے تو اسی قرآن حکیم کے نور سے۔

وہ کتاب موجود ہے اور آیت زیر مطالعہ میں اسی کے اتباع کا ان الفاظ مبارکہ میں

ذکر ہوا:

﴿وَاتَّبِعُوا الثُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ﴾

”اور اس نور کا اتباع جو ان (نبی) کے ساتھ اتارا گیا ہے۔“

وہ نور جو آپ ﷺ کے ساتھ نازل کیا گیا وہ نور حضور ﷺ امت کے حوالے کر کے

مئے، وہ امت کے پاس محفوظ ہے۔ اس کے ساتھ اپنے تعلق کو درست کرنا ہے۔ یہ

آنحضور ﷺ کے ساتھ ہمارے صحیح تعلق کی آخری اور اہم ترین بنیاد ہے۔ یہ وراثت محمدیؐ ہے۔ اس کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم ہے اور اسی کو جبل اللہ قرار دیا گیا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۝﴾

یہی کتاب اللہ امت کے اندر از سر نو اتحاد اور یک جہتی پیدا کرے گی، اسی سے وحدت فکر پیدا ہوگی، اسی سے وحدت عمل پیدا ہوگا، اسی سے ہماری جدوجہد یک جہتی کے ساتھ اپنے اصل ہدف کی طرف آگے بڑھے گی۔ اس کتاب کے حقوق کو پہچانا بھی ہمارے ایمان اور وقت کی ایک عظیم ضرورت ہے، جیسے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے تعلق کی بنیادوں کو پہچانا ہمارے حقیقی و قلبی ایمان کے لئے ضروری و لازمی ہے۔ یہی درحقیقت میلاد النبیؐ کا اصل پیغام ہے۔ یہی اصل لوحہ فکر یہ ہے۔ اس کو از سر نو سمجھیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اور آنحضور کی لائی ہوئی کتاب مبارک کے ساتھ اپنی نسبت کو پوری درستگی کے ساتھ تمام و کمال از سر نو استوار کریں۔ اس کتاب کو مانیں جیسا کہ اس کے ماننے کا حق ہے۔ اسے پڑھیں جیسا کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ اس کو سمجھیں جیسا کہ اس کو سمجھنے کا حق ہے۔ اس پر عمل کریں جیسا کہ اس پر عمل کا حق ہے اور پھر اس کے مبلغ، داعی اور معلم بن جائیں جیسے کہ اس کی تبلیغ، دعوت، تعلیم اور تمہین کا حق ہے۔ وَلَقَدْ نَالْنَا لِلَّهِ لِهَذَا

اللہ تعالیٰ ہمیں ان جملہ امور پر عمل کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم نبی اکرم ﷺ کے مشن کی عالمی سطح پر تکمیل کے لئے راست سمت میں پیش قدمی کر سکیں۔ اور وہ وقت آئے جس کے بارے میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا تھا کہ ”جب پورے کرۂ ارضی پر اللہ کا دین غالب اور قائم ہو جائے گا جیسے محمد عربیؐ نے اپنے عہد مبارک میں جزیرہ نمائے عرب پر غالب کر دیا تھا، تو وہ وقت ہو گا جب یہ آیہ مبارکہ اپنی پوری شان کے ساتھ ظاہر ہوگی:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ

كُلِّهِ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝﴾

فَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ وَآخِرُ

دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝